(یَبۡهَرُ اَهۡلِهَا کا ترجمہ "شہروالوں کو روشن کر دیا" کیا گیا ہے مگر اصل ترجمہ "شہروں کے رہنے والوں کو مبہوت کر دیا" ہوگا)

معلوم ہونا چاہئے کہ "قطبِ ارشاد" کا مقام وہ بلند مقام ہے جس کے حصول کے لئے جان و مال غرض سب کچھ نچھاور کر دیا جائے تو کم ہے۔ یہی بات شاہ ولی اللہ صاحب سے پہلے مجدد الف ثانی صاحب تفصیل کے ساتھ بیان فرما چکے ہیں اس بیان پر بھی نظر ڈالئے اور قطب ارشاد کے مرتبہ کو پہچانیئے:۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب سے مجدّد الف ثانی صاحب کو قطب ارشاد کا منصب ملنا

> اور اس فقیر کو اس مقام تک پہنچ جانے کے بعد جو اقطاب کا مقام کہلاتا ہے، سردارِ دین و دنیا علیہ الصلوات والتسلیمات المبارکات والتحیات النامیات کی جانب سے قطبیتِ ارشاد کی خلعت عطا ہوئی، اور مجھے اس منصب پر سرفراز فرمایا گیا۔

(فوٹو: اردو ترجمہ مبدا و معاد۔ صفحہ ۹۵ ترجمہ سید زوار حسین نقشبندی مجددی مصنفہ امام ربانی مجدد الف ثانی)

اس کے بعد مجدّد صاحب نے اس منصب کی اہمیت واضح کرتے ہوئے لکھا:

قطب ارشاد کی مرکزی حیثیت

> قطب الارشاد اور اس کا فیضانِ عام | قطبِ ارشاد جو فردیت کے کمالات کا بھی جامع ہوتا ہے، بہت ہی کم پایا جاتا ہے۔ بہت صدیوں اور زمانوں کے بعد اس انداز کا کوئی جوہر ظاہر ہوتا ہے اور یہ دنیائے تاریک اس کے ظہور کے نور سے منور ہو جاتی ہے۔ اور اس کی ارشاد و ہدایت کا نور ساری دنیا کو محیط ہو جاتا ہے۔ عرش کے دائرہ سے زمین کے مرکز تک جس کو بھی رشد، ہدایت، ایمان اور معرفت حاصل ہوتی ہے، اسی کے

واسطے سے حاصل ہوتی ہے اور اسی کی ذات سے مستفلو ہوتی ہے، اس کے واسطے کے بغیر کوئی شخص بھی اس دولت تک رسائی نہیں پا سکتا۔ مثال کے طور پر اس کا نورِ ہدایت ایک بحرِ بیکراں کی صورت میں پوری دنیا کو اپنے احاطہ میں لئے ہوئے ہوتا ہے۔ اور وہ دریا گویا کہ منجمد (جما ہوا اور بستہ) ہے کہ اس میں مطلقاً کوئی حرکت نہیں۔ جو شخص اس بزرگ کی طرف متوجہ ہوتا ہے اور اس کے ساتھ اخلاص رکھتا ہے، یا یہ کہ وہ بزرگ خود کسی طلبگار کے حال پر متوجہ ہو جائے تو اس توجہ کے دوران گویا کہ ایک
سوراخ اس طلبگار کے دل میں کھل جاتا ہے اور اس راستے سے جسقدر ۱۵
توجہ اور اخلاص ہوتا ہے اسی قدر وہ اس دریا سے سیراب ہوتا جاتا ہے۔

اسی طرح وہ شخص بھی جو ذکرِ الٰہی جل شانہ کی طرف متوجہ ہے اور اس عزیز بزرگ کی طرف متوجہ نہیں ہے۔ لیکن اس کی یہ بے توجہی کسی انکار کی وجہ سے نہیں ہے بلکہ اس وجہ سے ہے کہ وہ اس بزرگ کو پہچانتا ہی نہیں ہے تو اسی اندازہ کی فیض رسانی اسے بھی حاصل ہو جاتی ہے لیکن یہ فیض رسانی پہلی صورت میں دوسری صورت سے زیادہ ہوتی ہے۔

قطب الارشاد کا انکار

البتہ جو شخص اس بزرگ کا منکر ہو، یا اس بزرگ کو اس شخص سے کوئی گرانی ہو تو وہ کتنا ہی ذکرِ الٰہی تعالیٰ و تقدس میں مشغول رہا کرے لیکن وہ رشد و ہدایت کی حقیقت سے محروم ہی رہتا ہے، بغیر اس کے کہ وہ بزرگ اس شخص کو فیض نہ پہنچانے کا کوئی ارادہ کرے یا اُسے نقصان پہنچانے کا قصد کرے، اس کا یہ انکار ہی اس کے فیض کی راہ میں رکاوٹ بن جاتا ہے۔ ہدایت کی حقیقت اس کو حاصل نہیں ہو گی جو کچھ حاصل ہے وہ ہدایت کی صورت ہے۔ بلا حقیقت کے صرف صورت سے لوگوں کو بہت کم نفع پہنچتا ہے۔

قطب الارشاد سے اخلاص اور جو گروہ اس بزرگ کے ساتھ اخلاص و محبت رکھتا ہے، خواہ وہ توجہ مذکور اور ذکر الٰہی تعالیٰ شانہ سے کتنا ہی خالی کیوں نہ ہو، ایسے لوگوں کو بھی محض ان کی محبت کی وجہ سے رشد و ہدایت کا نور حاصل ہو جاتا ہے۔ وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنِ اتَّبَعَ الْھُدٰی (جو لوگ ہدایت کی پیروی کریں ان پر سلامتی ہو)۔

(فوٹو: اردو ترجمہ مبداو معاد صفحہ ۹۹، ۱۰۰، ۱۰۱، مصنفہ مجدد الف ثانی مترجم زواری صاحب)

لِللہ بتاؤ کہ آج کا قطب ارشاد کون ہے مبادا اُس کی شان میں کوئی گستاخی سرزد ہو جائے، اور انسان کہیں کا نہ رہے۔ یہ ہے قطب ارشاد کا مقام، اب لازم ہے کہ ہر مسلمان ہر وقت چوکنا رہے۔

اس ایک بیان میں حقیقت وصورت، ظاہر و باطن، توجہ والتفات، غرض دقائق ہی دقائق کا انبار لگا دیا گیا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا شاہ ولی اللہ کو دُنیا اور آخرت کے مواخذہ سے بری کر دینا

وَاَعْطَانِی الْعِصْمَۃَ مِنَ	اور اس کے ساتھ ساتھ مجھے
الْمُوَاخَذَۃِ دُنْیَا وَاٰخِرَۃً	دنیا اور آخرت کے مواخذہ سے
فَکُلُّ مَا تَجْرِیْ عَلَیَّ	عصمت عطا فرمائی، لہٰذا جو
مِنَ الشَّدَائِدِ فَاِنَّمَا ھُوَ	سختیاں بھی مجھ پر گذریں، وہ
مِنْ مُقْتَضَیَاتِ الطَّبِیْعَۃِ	مقتضیات طبیعت سے ہیں مواخذہ
لَا مِنْ بَابِ الْمُوَاخَذَۃِ	کی وجہ سے نہیں

(فوٹو: فیوض الحرمین صفحہ ۱۹۱ مصنفہ شاہ ولی اللہ صاحب، مطبوعہ محمد سعید اینڈ سنز کراچی)

شاہ صاحب کے ساتھ یہ کوئی خصوصی سلوک نہیں ہے۔ اسی کتاب میں شاہ صاحب نے لکھا ہے کہ میرے والد اور تایا کے اُوپر سے بھی اللہ نے تکلیف اُٹھالی تھی۔ شاہ ولی اللہ صاحب کی ساری عظمت و منزلت کے ذکر کے بعد ایک لطیفہ بھی سُنتے جایئے، اور وہ یہ کہ اہلحدیث حضرات جو اپنے آپ کو غیر مقلد کہہ کر فخر

محسوس کرتے ہیں اور شاہ ولی اللہ صاحب کو اپنا ہم مسلک اور پیشوا بتاتے ہیں، شاہ صاحب کی کتابوں کا کبھی مطالعہ نہیں کرتے۔ شاہ ولی اللہ صاحب لکھتے ہیں کہ جب میں قبر نبوی ﷺ پر حاضر ہوا تو نبی ﷺ نے مجھے تین باتوں کی وصیت کی اور میں نے ان میں سے بعض کو اپنی فطرت کے علی الرغم تعبدی سمجھ کر مان لیا پہلی بات تسبّب (اسباب مہیا کرنے) سے کنارہ کشی اختیار کرنے کا حکم تھا۔ تیسری بات علی رضی اللہ عنہ کو فضیلت دینے کے بجائے ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کو افضل سمجھنا تھا اور دوسری بات یہ:

نبی ﷺ کا شاہ صاحب کو چار مذہبوں کی تقلید کرنے اور اُن سے باہر نہ نکلنے کا حکم دینا اور اُن کا امر تعبّدی سمجھ کر مان لینا۔

وَ	اور
	دوسرا امر یہ ہے، کہ ان مذاہب
ثَانِیْهَا الْوَصَاةُ بِالتَّقْلِیْدِ	اربعہ میں کسی ایک مذہب کے
بِهٰذِهِ الْمَذَاهِبِ الْاَرْبَعَةِ	مقلد ہونے کی وصیت کریں ان
لَا اَخْرُجُ مِنْهَا وَالتَّوْفِیْقُ	سے نہ نکلوں اور تا بمقدور ان
مَا اسْتَطَعْتُ	کی موافقت کروں، اور میری
وَجِبِلَّتِیْ تَاْبَی التَّقْلِیْدَ	سرشت تقلید کا انکار کرتی تھی
وَتَاْنَفُ مِنْهُ رَاْسًا وَلٰکِنْ	اور اس سے روگردانی کرتی تھی
شَیْءٌ طُلِبَ مِنِّی التَّعَبُّدُ	لیکن ایک شئے مجھے میرے نفس
بِهٖ خِلَافَ نَفْسِیْ	کے خلاف باعتبار تعبد کے
	طلب کی گئی تھی

(فوٹو: فیوض الحرمین صفحہ ۱۸۷۔۱۸۸ مصنفہ شاہ ولی اللہ صاحب)

شاہ ولی اللہ صاحب نے تو نبی ﷺ کی وصیّت سُنا کر مسلکِ اہلحدیث کی بالکل نفی ہی کردی۔ یہ بات بھی خیال میں رکھیئے کہ نبی ﷺ نے شاہ ولی اللہ صاحب کو تقلید کے ساتھ ساتھ اسباب

نہ اختیار کرنے اور اولاد کے لئے اپنے پیچھے کچھ غم نہ کرنے کا جو حکم دیا تھا وہ یوں ہی نہیں تھا بلکہ نبی ﷺ نے گویا شاہ صاحب کے بچوں کی ذمّہ داری اپنے سر لے لی تھی جیسے کہ حکیم الامت اشرف علی تھانوی صاحب کی مرتب کی ہوئی کتاب " حکایت اولیاء " کی حکایت نمبر ۵ میں آیا ہے اور جو محمد ذکریا کاندھلوی صاحب اور مفتی محمد شفیع صاحب کی تحریک اور اصرار پر ۱۳۴۸ھ میں لکھی گئی۔ اس بات کا کتاب کی تمہید میں ذکر کیا گیا ہے۔ حکایت کا عکس آپ کے سامنے ہے:۔

حکایت (۵) حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ ایک مرتبہ شاہ ولی اللہ جب مرض موت میں مبتلا ہوئے تو مقتضائے بشریت بچوں کی صغر سنی کا تردد تھا۔ اسی وقت جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ تشریف لائے اور فرماتے ہیں کہ (تو کاہے کا فکر کرے ہے جیسی تیری اولاد ویسی ہی میری) پھر آپ کو اطمینان ہو گیا۔ مولینا نے فرمایا کہ شاہ صاحب کی اولاد عالم ہوئی اور بڑے مرتبوں پر پہنچی۔ جیسے بھی صاحب فضل وکمال ہوئے ظاہر ہے۔ (از تحریرات بعض ثقات)

(منقول از اضافہ مولوی محمد نبیہ صاحب در اشرف التنبیہ)

(فوٹو: حکایت صفحہ ۲۸ حکایت اولیاء مرتبہ حکیم الامت اشرف علی تھانوی صاحب)

کیا اب حضرت رشید احمد گنگوہی صاحب کی بیان کردہ روایت پر بھی شک وشبہ کی گنجائش ہے۔

قاعدہ ہے کہ انسان دنیا میں آتا ہے کچھ صبحیں کچھ شامیں گذارتا ہے، کچھ دن ورات بدلتے ہیں اور پھر ایک دن قبر کا تاریک گوشہ حصّہ میں آتا ہے۔ وہاں کیا ہوتا ہے۔ کیا بیتتی ہے۔ ہر ایک کا دل چاہتا ہے کہ معلوم کرے۔ شاہ صاحب نے اس کا طریقہ بھی بتلا کر تسکین قلب کا سامان مہیا فرما دیا ہے:۔

کشف قبور کا عملی طریقہ

بدانکہ ذکر برائے کشف قبور

اول چوں بمقبرہ در آید دوگانہ بروح آں بزرگوار ادا کند اگر سورۂ فتح یاد باشد در اول رکعت بخواند و در دوم اخلاص والا نہ در ہر دو رکعت پنج پنج بار اخلاص بخواند و بعدہٗ قبلہ را پشت دادہ بنشیند و یک بار آیۃ الکرسی و بعضے سورتہا کہ در وقت زیارت می خواند چنانچہ سورۃ ملک و غیر ذالک بعدہٗ قل گوید پس از فاتحہ یازدہ بار سورہ اخلاص بخواند و ختم کند و تکبیر بخواند و بعدہٗ ہفت کرت طواف کند و در آں تکبیر بخواند و آغاز از راست بکند بعدہٗ طرف پایان رخسارہ نہد و بیاید نزدیک روئے میت بنشیند و بگوید یارب بست و یک بار و بعدہٗ اول طرف آسمان بگوید یاروح و در دل ضرب کند یاروح الروح مادام کہ انشراح یابد ایں ذکر بکند انشاء اللہ تعالیٰ کشف قبور و کشف ارواح حاصل آید

ذکر کشف قبور جان کر ذکر کشف قبور کیواسطے اول جب مقبرہ میں آئے دوگانہ ان بزرگ کی روح کیواسطے پڑھے اگر سورہ فتح یاد ہو پہلی رکعت میں پڑھے اور دوسری میں سورہ اخلاص اور نہیں تو ہر رکعت میں پانچ پانچ بار اخلاص پڑھے اور پھر قبلہ کی طرف پیٹھ کر کے بیٹھے اور ایک بار آیۃ الکرسی اور بعض سورتیں جو زیارت کیوقت پڑھتے ہیں۔ جیسے سورہ ملک اور اسکے سوا بعدہٗ قل کہے بعد فاتحہ کے گیارہ بار سورہ اخلاص پڑھے اور ختم کرے اور تکبیر کہے بعدہ سات دفعہ طواف کرے اور اسمیں تکبیر پڑھے اور شروع دائیں طرف سے کرے اور پھر پاؤں کی طرف رخسارہ رکھے اور نزدیک میت کے منہ کے بیٹھے اور کہے یارب اکیس دفعہ بعدہٗ اول طرف آسمان کے کہے۔ یاروح اور دل میں ضرب کرے یاروح الروح جب تک کہ انشراح پائے یہ ذکر کرے انشاء اللہ تعالےٰ کشف قبور و کشف ارواح حاصل ہوگا۔

ذکر برائے کشف قبور

طواف

(فوٹو: انتباہ فی سلاسل اولیاء اللہ صفحہ ۱۱۳، ۱۱۴ مصنفہ شاہ ولی اللہ صاحب)

قبر کے طواف اور میت کے پاؤں کی طرف رخسار رکھنے کا اس سے بڑا ثبوت اور کیا ہوگا آج بھی جو قبر کا طواف ہو رہا ہے اور قبر کے پائنتی کو جو بوسہ دیا جا رہا ہے اُس کی فضیلت کی یہ دلیل ہے۔

آخر میں حجۃ اللہ البالغہ سے ایک عکس آپ کے سامنے لانا چاہتا ہوں جو اس بات کا ثبوت مہیا

کرے گا کہ اولیاء اللہ مرنے کے بعد ملائکہ کے ساتھ مل جاتے ہیں۔ فرشتوں کی طرح اُن پر بھی الہام ہوتا ہے، وہ بھی کاروبارِ دنیا کرتے ہیں جیسے فرشتے کرتے ہیں:۔

فکذلک الولی الانسان
قد یکون فی حیاته الدنیا مشغولا بشهوة الطعام والنوم
والغلمة وغیرها من مقتضیات الطبیعة والرسم لکنه
قریب المأخذ من الملأ السافل قوی الانجذاب الیهم فلما
مات انقطعت العلائق ورجع الی اصله فلحق بالملائکة
صار منهم والهم کالهامهم وسعی فیما یسعون فیه

(فوٹو: حجۃ اللہ البالغہ صفحہ ۴۷ مصنفہ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی، مطبوعہ نور محمد، کراچی)

اُردو ترجمہ:
بالکل اسی طرح انسان کا حال ہے کہ وہ
اپنی دنیاوی زندگی میں کھانے پینے اور شہوت نفسانی اور اسی طرح کے دیگر طبعی
تقاضوں کو پورا کرنے اور زندگی کے مختلف رسم و معاملات میں مصروف رہتا ہے
لیکن اس کا قریبی تعلق ملائکہ سافل سے ہوتا ہے اور انہی کی جانب اس کو زیادہ میلان اور
کشش ہوتی ہے۔ لہذا جب وہ مر جاتا ہے تو اس کے تمام جسمانی علائق و تعلق ٹوٹ جاتے
ہیں اور وہ اپنی اصل طبیعت کی طرف عود کر آتا ہے اور پھر فرشتوں میں شامل ہو جاتا
ہے اور انہی کی طرح الہامات اس کو بھی ہونے لگتے ہیں اور ان کے جیسے کام وہ بھی کرنے
لگتا ہے (اور اس طرح ان کا دست و بازو بن جاتا ہے)

(فوٹو: ترجمہ اردو حجۃ اللہ البالغہ صفحہ ۴۷ مصنفہ شاہ ولی اللہ دہلوی، مطبوعہ نور محمد، کراچی)

شاہ صاحب نے بتلا دیا کہ اولیاء اللہ کی کیا شان ہوتی ہے عام مسلمین کو تو مرنے کے بعد صرف صبح و شام ہی اُن کی جنّت کی بادشاہی دکھائی جاتی ہے اور بس۔ شہداء جنّتوں کی زندگی میں کھاتے پیتے بھی ہیں اور چلتے پھرتے بھی مگر دنیا میں واپس نہیں آسکتے مگر یہ "اتحادی بزرگ" دنیا سے اپنے تعلّق منقطع نہیں کرتے منقطع کرنا تو الگ رہا وہ تو اور قریب ہو کر فرشتوں کی طرح تکوینِ عالم کے معاملات کی ذمہ داری سنبھال لیتے ہیں۔ اس امر واقعہ کے ثبوت میں حجۃ اللہ البالغہ کے مترجم صاحب نے حاشیہ میں لکھا ہے کہ

"چنانچہ جب روم اور روس میں سپسا سٹول کے قلعہ پر لڑائی ہوئی تو بہت سے اہل اللہ نے تہجد کے وقت مسجدِ نبویؐ میں آں حضرت صلعم اور صحابہ کرام کو تیر مارتے دیکھا چناچہ اُسی روز صبح کو لشکرِ اسلام غالب آیا"۔

(حاشیہ حجۃ اللہ البالغہ صفحہ ۱۴۷، مطبوعہ نور محمد کراچی)

یہ ہے وہ خاندان جس کا ایک ایک فرد تاریخ کے اوراق میں آفتاب و ماہتاب کی طرح چمکتا ہے برّصغیر ہندو پاکستان میں قرآن اور حدیث کا علم بھی انہی حضرات کے ذریعہ پہنچا اور خوب پہنچا مگر یہ بات تو مفسّرین اور محدّثین نے بھی کی ہے۔ ایک بات جو مفسّرین و محدثین نہ کر سکے اور جس کے لئے امّت اس خاندان کی مرہونِ منّت ہے وہ یہی "اتحادِ ثلاثہ" کا اثبات اور اُس سے وجود میں آنے والی "اقدارِ مشترکہ" کے متعلق معلومات اور اطلاعات ہیں۔ برصغیر میں آج جہاں بھی جو دین پایا جاتا ہے اس کی انتہاء اسی خاندان تک ہے۔ اہلِ حدیث اِن کو اپنا پیشوا مانتے ہیں اور بریلوی و دیوبندی حضرات ان کے خادموں میں اپنے آپ کو شمار کروانے میں فخر محسوس کرتے ہیں۔ دل تو نہیں چاہتا کہ ان کے تذکرہ کو ختم کروں مگر مجبوری یہ ہے کہ ابھی عبدالحق محدث دہلوی صاحب اور خواجگانِ چشت کا ذکر باقی ہے۔ لیکن آگے بڑھنے سے پہلے اس بات کا برملا اعلان مناسب ہے کہ یہ بزرگ ذاتیں چاہے کتنی ہی مشہور و معروف کیوں نہ ہوں مگر قرآن اور حدیث کے لحاظ سے انہوں نے دینِ حق کے ساتھ بڑی زیادتی کی ہے۔ توحیدِ قرآنی کے بجائے "اتحادِ سبائی" کو انہوں نے اپنایا ہے اور اسی فلسفہ کے نشان ہائے راہ کی رہنمائی میں آگے بڑھتے چلے گئے ہیں یہاں تک کہ خود بھی دینِ ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما سے دُور ہو گئے۔ اور اپنے ساتھ ایک عالم کو اس سے دور کر دیا۔ یہ صرف اسی خاندان پر موقوف نہیں ہے بلکہ جو خانوادہ ہی نہیں، جو فرد بھی اس راہِ طریقت پر گامزن ہوا ہے آخر کار توحید کے بجائے "اتحاد" کی منزل پر پہنچ کر ہی اس نے دم لیا ہے۔ بندگی کے بجائے خدائی کی ہوس نے اُسے ہر آن دیوانہ رکھا اور ہر لمحہ اس کی زبانِ حال حسین بن منصور حلاّج کا یہی شعر گنگناتی رہی۔

كفرتُ بدين الله والكفرُ واجبٌ — لدىَّ وعند المسلمين قبيحٌ

ترجمہ: میں نے اللہ کے دین (قرآن و حدیث کے دین) سے کفر کیا اور میرے نزدیک کفر کرنا ہی واجب ہے اور مسلمانوں کی نگاہ میں ایسا کرنا بہت بُرا ہے)

سچی بات یہ ہے کہ اصلی دین تو اِس برّصغیر ہند و پاکستان میں کبھی آیا ہی نہیں وہ جو محمد بن قاسم رحمۃ اللہ علیہ اپنے ساتھ لائے تھے، اس کے آثار بہت جلد مِٹ گئے۔ اس ملک میں تو توحید کے ماننے والوں کے بجائے ذاتِ خداوندی کے ساتھ "اِتحاد" کا عقیدہ رکھنے والے اہل طریقت نے قرآن و حدیث کے اسلام کو اپنے رنگ میں پیش کیا اور دینداری کے بعض ظواہر کے ذریعے اُسے ایسا کیا فلاج (CAMAUFLAGE) کیا کہ ایک عالم اُس کے دام میں آ گیا۔ پھر خانقاہیں بنیں، ہاؤہو کی محفلیں گرم ہوئیں، قبریں اُونچی کی گئیں، قبّے وجود میں آئے، اور عرس و میلوں کی دُھوم مچ گئی۔ پیشانیوں میں سجدہ ہائے تعظیمی، اور جیبوں میں نذرانے مچلنے لگے۔ قرآن و حدیث کی جگہ ملفوظات و مکتوبات واردات نے لے لی۔ "حضرت" فنا فی اللہ ہو کر کبریائی کے سنگھاسن پر بیٹھے، اور اپنے پیچھے قیامت تک کے لئے خدائی کی ایک گدّی، اور رکردگاری کی ایک میراث چھوڑ گئے۔ پھر کہیں جا کر اسلام کی شوکت پارہ پارہ ہوئی۔ عصمتوں کے کفنوں کے تار ہوا میں بکھرے۔ نونہالوں کے گرم و سیّال خون کو دھرتی نے چُوسا اور گلرنگ بنی۔ بستیوں سے دُھواں اُٹھا اور کھیتوں میں آگ لگی۔ سبائی فتنہ گروں نے یقینی کامیابی کی خوشی میں قہقہے لگائے، بالآخر اس اتحادی دین کی فتح اور اپنی ناکامی پر اسلام کا دمکتا ہوا چہرہ اُتر گیا۔

دُنیا والے زمانہ حال کے یہودی دماغ پر عش عش کرتے ہیں کہ کس طرح اُس نے سائنس کے کُلّیات و بدیہات تک کو زیروزبر کر ڈالا۔ اور اپنے ایک سادہ سے فارمولے کے ذریعے ثابت کر دکھایا کہ سائنس والوں کا صدیوں کا یہ عقیدہ غلط ہے کہ مادّہ ناقابلِ تلف ہے اور یہ کہ مادّہ بہر حال مادّہ ہی رہے گا توانائی میں تبدیل ہو جائے ممکن نہیں۔ اس جرمن یہودی نے ثابت کر دکھایا کہ مادّہ تلف ہو کر توانائی کی صورت اختیار کر سکتا ہے اور یہ جو پہلے کہا جاتا تھا کہ سائنس کے لحاظ سے مادّہ کی بربادی ممکن نہیں ہے اس لئے کائنات کا برباد ہونا اور قیامت کا آنا بھی امر محال ہے یہ بات باقی نہ رہی اور سائنس کے لحاظ سے بھی قیامت کا وقوع ممکنات کے دائرہ میں آ گیا۔

شروع شروع میں اس بات کو ماننے میں تامّل ہوتا رہا لیکن جب جاپان کے دو شہروں نے صفحۂ ہستی سے مِٹ کر اس کی صداقت کی گواہی دے دی تو دنیا والوں کو مانے بغیر چارہ نہ رہا۔

کس قدر سادہ تھی اس جرمن یہودی سائنس داں کی مساوات (EQUATION) $E=MC^2$

(یا) ا = م س۲ (الف سے توانائی، م سے وزن مادّہ اور س سے مُراد رفتارِ روشنی)

لیکن حیف اس دنیا پر کہ اُس نے تیرہ سو ۱۳۰۰ برس پہلے گذرے ہوئے اس یمنی یہودی کی کچھ قدر نہ کی جس نے اس سے زیادہ سادہ مساوات کے ذریعہ دو شہر نہیں دو عالم تہ و بالا کر ڈالے، اور قرآن و حدیث کے مقابلے کے لئے ایک ایسے اتحادی دین کی داغ بیل ڈالی جس نے تھوڑے ہی عرصہ بعد مکمل غلبہ اور پوری سرفرازی حاصل کر کے قرآن و حدیث کا راستہ روک دیا۔ وہ سادہ تر مساوات یوں تھی:

خ = پ ۳ا یعنی خدائی = پیر کامل x اتحادِ ثلاثہ۔

پھر اس آفاقی فارمولے کے ذریعے وہ بزرگ و برتر ذاتیں عالم واقعہ میں نمودار ہوئیں جن کی آج دُھوم مچی ہوئی ہے۔ دُہرے غم انہوں نے سہے۔ کبھی خدائی کی دردِ سری انگیز کی اور کبھی بندگی کے دردِ جگر میں وہ مبتلا رہے۔ ان برگزیدہ ہستیوں کی تاریخ پر اگر نگاہ ڈالی جائے تو کچھ یوں نظر آئے گا۔

<u>پہلی صدی ہجری۔</u> ایسی ذاتوں سے خالی۔

<u>دوسری صدی ہجری۔</u> حضرت ابراہیم بن الادہم۔ وفات ۱۶۲ھ۔ حضرت رابعہ بصری وفات ۱۸۵ھ۔

<u>تیسری صدی ہجری۔</u> حضرت معروف کرخی۔ وفات ۲۰۶ھ حضرت ذوالنّون مصری۔ وفات ۲۴۵ھ
حضرت سِرّی سقطی بغدادی۔ وفات ۲۵۹ھ۔ حضرت بایزید بسطامی وفات ۲۶۱ھ حضرت ابو عبداللہ ترمذی وفات ۲۸۵ھ حضرت جنید بغدادی وفات ۲۹۸ھ

<u>چوتھی صدی ہجری۔</u> حضرت ابو بکر شبلی وفات ۳۳۴ھ

<u>پانچویں صدی ہجری۔</u> حضرت علی ہجویری المعروف بداتا گنج بخش لاہوری وفات ۴۶۵ھ
حضرت ابو اسمٰعیل ہروی وفات ۴۸۱ھ

<u>چھٹی صدی ہجری۔</u> حضرت امام غزالی وفات ۵۰۵ھ۔ حضرت عبدالقادر جیلانی وفات ۵۶۱ھ۔
حضرت احمد رفاعی وفات ۵۷۸ھ

ساتویں صدی ہجری۔ خواجہ معین الدین چشتی اجمیری وفات ۶۳۳ھ۔ خواجہ بختیار کاکی وفات ۶۳۴ھ

محمد ابن عربی وفات ۶۳۸ھ۔ خواجہ فرید الدین گنج شکر وفات ۶۷۰ھ

مولانا جلال الدین رومی وفات ۶۷۳ھ

آٹھویں صدی ہجری۔ خواجہ نظام الدین اولیاء وفات ۷۲۵ھ۔ امیر حسن بن علاء سنجری دہلوی المعروف بخواجہ حسن دہلوی وفات ۷۳۶ھ

نویں صدی ہجری۔ شاہ مدار۔ وفات ۸۵۰ھ۔ شاہ مینا لکھنوی وفات ۸۷۰ھ

دسویں صدی ہجری اور گیارہویں صدی ہجری کے شروع کا زمانہ خواجہ باقی باللہ وفات ۱۰۱۲ھ

گیارہویں صدی ہجری۔ حضرت عبدالحق محدث دہلوی وفات ۱۰۵۲ھ۔ حضرت مجدد الف ثانی وفات ۱۰۳۴ھ۔

بارہویں صدی ہجری۔ شاہ عبدالرحیم وفات ۱۱۳۱ھ۔ شاہ ابوالرضا محمد وفات ۱۱۰۰ھ۔ شاہ ولی اللہ وفات ۱۱۷۶ھ

تیرھویں صدی ہجری۔ شاہ عبدالعزیز وفات ۱۲۳۹ھ۔ شاہ اسمٰعیل وفات ۱۲۴۶ھ و سید احمد شہید وفات ۱۲۴۶ھ حضرت عبداللہ غزنوی وفات ۱۲۹۸ھ

چودھویں (موجودہ صدی) ہجری۔ خاندانِ ولی اللہی کے خدّام یعنی جماعت دیوبند و بریلی و اہلحدیث۔

یہ سارے حضرات جن کا اوپر ذکر کیا گیا ہے، دینِ اتحاد کے علمبردار تھے، اور آج جو دین اسلام کے نام سے اس دنیا میں پایا جاتا ہے وہ انہیں حضرات کا ایجاد کردہ ہے۔ قرآن و حدیث کے دین سے بالکل الگ، یکسر ممتاز، دین بندگی کے بجائے دینِ خدائی۔

ہوسکتا ہے کہ اس اظہارِ حقیقت پر کسی کو بلا وجہ غُصّہ آجائے تو اُس کی خدمت میں عرض ہے کہ غم و غصّہ جذباتی کیفیات ہیں ان کی وجہ سے حقیقت کا انکار کر کے زہر پر تریاق کا لیبل لگا دینا کسی صاحب عقل کو زیب نہیں دیتا۔

دوسرا وار جو اس بیانِ حق کے خلاف کیا جاسکتا ہے وہ یہ ہے کہ اس چودہ سو برس کے طویل عرصہ میں تم ہی ایک ایسے علامۂ دہر پیدا ہوئے ہو جو ماضی کے اس درخشاں ترین باب کو کتابِ زندگی سے بیک جنبشِ قلم نکال دینا چاہتے ہو تو ان کی خدمت میں عرض کرنا پڑے گا کہ حاشا! میں تو مقتدی

ہوں، امام نہیں، امام تو وہ ہیں جن کے خلاف زبان کھولنے کا بھی کسی کو یارا نہیں۔ سُنو۔ یحیٰ بن سعید القطّان (۱۲۰ تا ۱۹۸ھ) کون اور کیا تھے انہوں نے اِس نئے دین کی پہلی انگڑائی ہی کا عالم دیکھا تھا کہ اسکی حشر سامانیوں کے خوف سے لرزہ براندام ہوکر "الحذر، الحذر" کا نعرہ لگانے لگے۔ ملاحظہ فرمائیے:

" قال محمد بن یحییٰ بن سعید القطان عن ابیه قال لم نر الصالحین فی شیءٍ اکذب منهم فی الحدیث قال ابن ابی عتاب فلقیت انا محمد بن یحییٰ بن سعید القطان فسأَلتهٗ عنه فقال عن ابیه لم تر اهل الخیر فی شیءٍ اکذب منهم فی الحدیث قال مسلم یقول یجری الکذب علی لسا نهم ولا یتعمدون الکذب (مقدمہ مسلم)

ترجمہ: محمد بن یحیٰ بن سعید القطان کہتے ہیں کہ میرے باپ یحیٰ نے ارشاد فرمایا کہ ہم نے صالحین (صوفیاء کو اُس زمانے میں صالحین اور اہل خیر کے نام سے پکارا جاتا تھا) سے زیادہ کسی کو حدیث کے معاملہ میں جھوٹ بولنے والا نہیں دیکھا۔ ابن ابی عتاب کہتے ہیں کہ پھر مجھ سے محمد بن یحیٰ کی ملاقات ہوئی اور میں نے اس بات کی جو مجھ تک پہنچی تھی ان سے تصدیق چاہی۔ انہوں نے کہا کہ ہاں میرے والد فرماتے تھے کہ اہل خیر (صوفیاء) سے زیادہ تو کسی کو بھی حدیث کے معاملہ میں جھوٹا نہ دیکھے گا، امام مسلم کہتے ہیں کہ...... جھوٹ ان کی زبانوں پر بے ساختہ جاری ہوجاتا ہے چاہے جھوٹ بولنے کا ان کا ارادہ بھی نہ ہو۔ (مقدمہ صحیح مسلم صفحہ ۱۳، ۱۴ مصری)

ان کے بعد امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ (۲۰۴ھ تا ۲۶۱ھ) نے ان کی پیروی میں دنیا کو ہوشیار وخبردار کیا، اور ایک بھرپور وار کے ذریعہ اس نئے دین کی جڑ پر ہی تیشہ چلا دیا۔ لیکن اس ظالم کا بلا وا ایسا رنگین اور انداز ایسا ساحرانہ تھا کہ ایک پیش نہ چلی۔ امام مسلمؒ کا کہنا یہ تھا کہ اس دین کو حسن بصریؒ کے ذریعہ ابوبکر و علی رضی اللہ عنہما کے واسطے سے جو نبی علیہ تک پہنچایا جاتا ہے وہ بالکل جھوٹ ہے۔ اور اس کو انہوں نے محدّثانہ شان سے واضح فرما دیا ہے:۔

حدثنی حسن بن علی الحلوانی قال حدثنا یزید بن هرون اخبر نا همّام قال دخل ابو داؤد الاعمٰی علی قتادة فلمّا قام قالوا اِنّ هذا یزعم انّه لقی ثمانیة عشر بد ریًا فقال قتادة هٰذا کان سائِلاً قبل الجارف لایعرض فی شیءٍ من هٰذا ولا یتکلم فیه واللّٰه ماحدثنا الحسن عن بدر یّ مشافهة ولا حد ثنا سعید بن المسیّب عن بدریّ مشافهة اِلّا عن سعد بن مالک.

(ترجمہ) امام مسلم کہتے ہیں کہ مجھ سے حسن بن علی حلوانی نے بیان کیا اور ان کو یزید بن ہارون نے خبر دی اور انہوں نے کہا کہ ہم کو ہمام نے خبر دی کہ ابوداؤد الاعمیٰ (نابینا) قتادۃ (تابعی) کی محفل میں داخل ہوا۔ جب وہ اُٹھ کھڑا ہوا تو اہل مجلس نے کہا کہ یہ اس بات کا دعویدار ہے کہ اس نے اٹھارہ بدری صحابیوں سے ملاقات کی ہے۔ قتادۃؒ نے فرمایا یہ تو طاعون جارف سے پہلے بھیک مانگا کرتا تھا اس کو اس علم سے کچھ بھی مَس نہ تھا اور نہ کبھی علم کے بارے میں کوئی بات کرتا تھا۔ یہ کیا بدری صحابیوں سے ملاقات کرتا۔ اس سے زیادہ سِن والے حسن بصریؒ اور سعید بن المسیبؒ نے صرف ایک بدری صحابی سعد بن مالک (سعد بن ابی وقاصؓ) کے علاوہ کسی دوسرے بدری صحابی سے حدیث سن کر ہم تک نہیں پہنچائی۔ اس طرح سے قتادۃؒ نے بتا دیا کہ حسن بصریؒ اور سعید بن المسیبؒ نے ابوبکر رضی اللہ عنہ اور علی رضی اللہ عنہ سے (جو دونوں بھی بدری صحابی ہیں) کچھ نہیں سُنا اور اس طرح جو صوفیاء اپنے مذہب تصوف کو ابوبکر و علی رضی اللہ عنہما کے ذریعہ نبی ﷺ تک پہنچاتے ہیں وہ بالکل جھوٹ ہے۔ (مقدمہ صحیح مسلم صفحہ ۷ امصری)

وار کاری تھا مگر سخت جانی ایسی کہ الامان والحفیظ۔ آخر کار جب یہ لالہ رُخ سیمیں بدن قیامتیں ڈھاتے ڈھاتے عہد شباب کو پہنچا تو ایک زاہد خشک بنام ابن تیمیہ[۱] (۶۶۱ تا ۷۲۸ھ) نے مردانہ وار تن تنہا میدان میں نکل کر مبارز طلبی کی۔ پینترے بدلے گئے، وار ہوئے اور ایسا لگنے لگا کہ برسات کی چاندنی راتوں کا یہ ماہِ نیم ماہ ابر بدلیوں میں آیا۔ اب آیا۔ کہ دفعتاً ایک تیر قضا چلا اور قصہ ختم ہوگیا۔ وہ دن اور آج کا دن ہے کہ کسی سرپھرے کو اس مہ وش سے آنکھ ملانے کی جرأت نہ ہوئی۔

اس تاریخی روداد کے بعد لازم ہے کہ ہم پھر اُن ہستیوں کے کارناموں کی طرف پلٹیں جن سے ہماری تاریخ کے صفحات رنگین ہیں شاہ ولی اللہ صاحب نے جو اس برصغیر میں ایک جامع شخصیت کے مالک سمجھے جاتے ہیں، ارشاد فرمایا ہے کہ:

کاتب الحروف (مصنف شاہ ولی اللہؒ) کہتا ہے کہ ہمارے اسلاف کا روحانی دستور یہ چلا آرہا تھا کہ ہر صدی میں طریقۂ چشتیہ کی نسبت کے حامل رہے ہیں اور اکثر و بیشتر ہر جانیوالا آنے والے کی بشارت دیتا رہا ہے اور یہ قصہ اسی طرح چلتا رہا ہے۔

(فوٹو: انفاس العارفین صفحہ ۳۷ (اردو) شائع کردہ المعارف لاہور)

---

[۱] ابن تیمیہ کے عقائد کی تفصیل کیلئے ہماری کتاب ایمانِ خالص قسط دوم دیکھئے۔ (مصنف)

اس لئے مناسب یہی ہے کہ شاہ صاحب کے ارشاد کے بموجب اب ہم حضراتِ چشتیہ کے فضائل کا قصہ چھیڑیں۔ اس خاندان کا سلسلہ ہندوستان کی سرزمین پر خواجہ معین الدین چشتی سنجری اجمیری سے شروع ہو کر خواجہ نظام الدین اولیاء تک اس شان سے پہنچا ہے جس کی مثال ملنا مشکل ہے۔ سب سے پہلے خواجہ معین الدین چشتی اجمیری کی مرتبہ کتاب "انیس الارواح" کا پہلا واقعہ اپنے سامنے رکھئے جس میں انہوں نے خواجہ عثمان ہارونی اپنے پیر سے پہلی ملاقات کا ذکر فرمایا ہے:

ذکر خواجہ عثمان ہارونی کا بقلم خواجہ معین الدین چشتی اجمیری

(۱) ملفوظات حضرت خواجہ عثمان ہارونی رح مسمی بہ انیس الارواح

مرتبہ حضرت خواجہ معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین۔ والعاقبۃ للمتقین والصلوٰۃ علے رسولہ محمد وآلہ واصحابہ اجمعین اے عزیز خدا تجھے نیک بخت کرے کہ یہ وہ اخبار و آثار انبیا اور اسرار و انوار اولیا ہیں جو کلمات اور انفاس متبرکہ سید العابدین بدر العارفین اکرم اہل ایمان والغرائبہ والاحسان حضرت شیخ معظم خواجہ عثمان ہارونی غفر اللہ لہ ولوالدیہ سے سُنے گئے اور اس رسالہ مختصر میں کہ موسوم بہ انیس الارواح ہے لکھے گئے ہیں الحمد للہ رب العٰلمین جب کہ مسلمانوں کے دعاگو فقیر حقیر اضعف العباد معین الدین حسن سنجری کو خاص شہر بغداد مسجد خواجہ جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ میں دولت پابوسی حضرت خواجہ عثمان ہارونی نور اللہ مرقدہ کی حاصل ہوئی تو اور مشائخ کبار بھی خدمت میں حاضر تھے سو جیسے ہی اس فقیر نے پابوسی کے لیے زمین پر سر رکھا تو ارشاد ہوا کہ جا دوگانہ نفل شکرانہ ادا کر بجز ارشاد حضور کے میں دوگانہ ادا کر کے حاضر ہوا پھر فرمایا رو بقبلہ بیٹھ

مین روبقبلہ ہو بیٹھا پھر فرمایا کہ سورۂ بقر پڑھ جب مین پڑھ چکا تو حکم ہوا کہ اکیس بار درود
اور اکیس بار سبحان اللہ پڑھ مین اس سے فارغ ہوا تو اُس وقت حضور نے کھڑے
ہوکر منھ آسمان کی طرف کیا اور اس فقیر کا ہاتھ پکڑ کے فرمایا کہ آپکو خدا تک پہونچادون
اور خدا رسیدہ کردون اسکے بعد ہی حضور نے دست مبارک مین مقراض لیکر
اس دعاگو کے سر پر چلائی اور اپنی غلامی مین لیا پھر کلاہ چہار گوشہ اس عقیدت
کیش کے سر پر رکھی اور احرام بخشا اور گلیم خاص عطا فرمائی اور فرمایا بیٹھ جا مین بیٹھ گیا
ارشاد ہوا کہ ہمارے خانوادہ مین ایک رات دن کا مجاہدہ آیا ہے جا آج کے دن اور
آج کی رات ذکر مین مشغول رہ چنانچہ یہ درویش موافق حکم وارشاد حضور سراپا نور کے
کامل ایک شبانہ روز طاعت اور عبادت مین مشغول رہا دوسرے روز جو خواجہ نور اللہ
مرقدہ کی خدمت بابرکت مین مشرف ہوا تو فرمایا کہ بیٹھ جا اور ہزار بار سورۂ اخلاص
پڑھ جب مین پڑھ چکا تو فرمایا کہ اوپر آسمان کیطرف دیکھ مین نے نظر کی فرمایا اب
تو کہان تک دیکھتا ہے مین نے عرض کیا عرش اعظم تک پھر فرمایا کہ زمین کیطرف دیکھ
جب مین نے زمین کیطرف دیکھا تو پوچھا کہ اب تو کہان تک دیکھتا ہے مین نے
عرض کیا تحت الثریٰ تک پھر فرمایا کہ ایک ہزار بار سورۂ اخلاص اور پڑھ جب مین پڑھ چکا
فرمایا کہ اب پھر آسمان کی طرف دیکھ جب مین نے دیکھا فرمایا کہ اب کہان تک دیکھتا
ہے مین نے کہا حجاب عظمت تک پھر فرمایا کہ آنکھ بند کر مین نے آنکھ بند کرلی پھر فرمایا
آنکھ کھول دے مین نے آنکھ کھول دی تو مجکو دو انگلیان دست مبارک کی دکھلائی
دین اور فرمایا کہ اس مین کیا دکھلائی دیتا ہے مین نے کہا اٹھارہ ہزار عالم معلوم ہوتے
ہین جب مین نے یہ عرض کیا تو ارشاد فرمایا کہ جا اب تیرا کام پورا ہوگیا۔ ایک اینٹ
حضور کے سامنے تھی فرمایا اسے اکھیڑ لے جب مین نے اُسے اکھیڑا تو اُس کے نیچے کچھ
روپیہ تھے فرمایا کہ ان کو لے اور فقیرون کو صدقہ دے جب مین صدقہ دینے سے
فارغ ہوکر حاضر ہوا تو ارشاد ہوا کہ چند روز ہماری خدمت مین ملازم رہ مین نے عرض کیا کہ

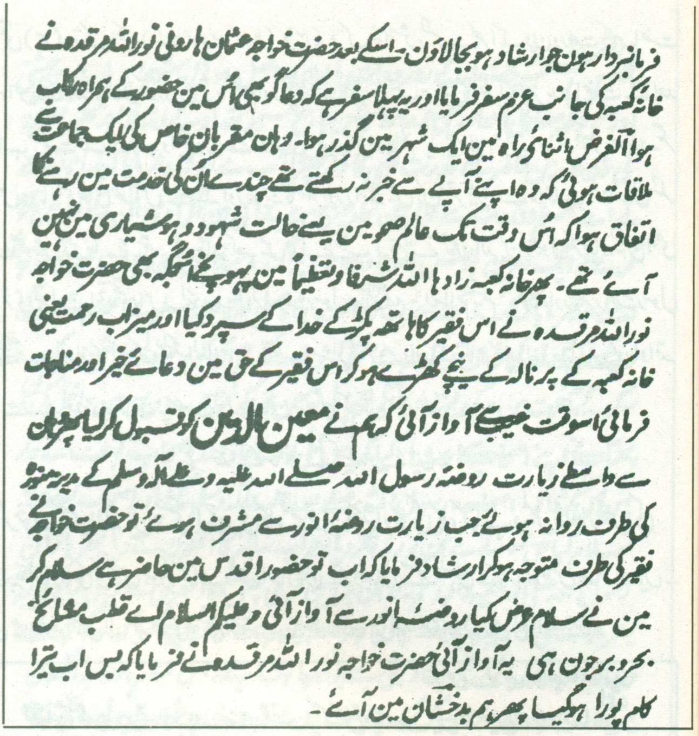

فرمانبردار رہون جو ارشاد ہو بجالاؤن۔ اسکے بعد حضرت خواجہ عثمان ہارونی نوراللہ مرقدہ نے خانہ کعبہ کی جانب عزم سفر فرمایا اور یہ پہلا سفر ہے کہ دعا گو بھی اُس مین حضور کے ہمراہ رکاب ہوا الغرض اثنائے راہ مین ایک شہر مین گذر ہوا۔ وہان مقربان خاص کی ایک جماعت سے ملاقات ہوئی کہ وہ اپنے آپے سے خبر نہ رکھتے تھے چندے اُن کی خدمت مین رہنے کا اتفاق ہوا کہ اُس وقت تک عالم صحو مین یعنے حالت شہود و ہوشیاری مین نہین آئے تھے۔ پھر خانہ کعبہ زادہا اللہ شرفا وتعظیماً مین پہونچا اسجگہ بھی حضرت خواجہ نوراللہ مرقدہ نے اس فقیر کا ہاتھ پکڑ کے خدا کے سپرد کیا اور میزاب رحمت یعنی خانہ کعبہ کے پرنالہ کے نیچے کھڑے ہو کر اس فقیر کے حق مین دعائے خیر اور مناجات فرمائی اسوقت غیب سے آواز آئی کہ ہم نے معین الدین کو قبول کر لیا پھر وہان سے واسطے زیارت روضۂ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وعلےٰ آلہٖ وسلم کے مدینہ منورہ کی طرف روانہ ہوئے جب زیارت روضۂ انور سے مشرف ہوئے تو حضرت خواجہ نے فقیر کی طرف متوجہ ہو کر ارشاد فرمایا کہ اب تو حضور اقدس مین حاضر ہے سلام کر مین نے سلام عرض کیا روضۂ انور سے آواز آئی وعلیکم السلام اے قطب مشائخ بحر و بر جون ہی یہ آواز آئی حضرت خواجہ نوراللہ مرقدہ نے فرمایا کہ بس اب تیرا کام پورا ہو گیا پھر ہم بدخشان مین آئے۔

(فوٹو: انیس الارواح صفحہ ۴، ۵، ۶ مرتبہ خواجہ معین الدین چشتی اجمیری، ملفوظات خواجہ عثمان ہارونی ترجمہ غلام احمد بریاں)

پہلی ہی ملاقات اور پہلی ہی توجہ پر کیا کچھ نہ ہو گیا۔

ع کوئی اندازہ کر سکتا ہے اُس کے زورِ بازو کا۔

یہ پابوسی، یہ حضرت کے سامنے زمین پر سر رکھنا، یہ اوراد و وظائف اور آخرِ کار پہلی ہی نشست میں خدا تک پہنچا دینا، کوئی آسان بات ہے۔ حج کے موقع پر سر پر قینچی چلا کر اللہ کی غلامی کے اقرار کی طرح حضرت عثمان ہارونی کا خواجہ معین الدین کے سر پر قینچی چلا کر اپنی غلامی میں لے لینا بھی ملاحظہ فرمائیے۔ پھر کلاہِ چہار گوشہ کا سر پر رکھنا کہ اب چار ترک، اختیار کرنے پڑیں گے یعنی (۱) ترکِ دُنیا (۲) ترکِ

عقبیٰ (۳) ترکِ اکل (کھانا) ونَوم (سونا) (۴) ترکِ خواہشِ نفس۔ پھر ایک دن ورات کی ریاضت اوراس کے بعد یہ کمال کہ اُوپر عرشِ اعظم اور نیچے تحت الثریٰ تک ہر چیز کا نظر آنا، مزید ریاضت کے بعد حجابِ عظمت تک اور پھر دُو انگلیوں کے درمیان اٹھارہ ہزار عالم یا "سلام" اب جا کر تکمیل ہوئی۔ مگر اکمل ہونا ابھی باقی تھا اس لئے مکّہ اور مدینہ کا سفر اور راستہ میں اُن مقربین سے ملاقات جو تا حال سُکر سے صحو میں نہیں آئے تھے۔ پھر خانۂ کعبہ میں ندائے غیب کہ ہم نے معین الدین کو قبول کرلیا۔ لیکن ابھی آخری قبولیت باقی تھی اس لئے مدینہ آکر روضۂ رسول ﷺ پر "السلام علیکم" کہنا، اور پھر روضۂ رسول ﷺ سے آواز کا آنا کہ وعلیکم السلام اے قطبِ مشائخ بحروبر، اور اب کام کا پورا ہو جانا۔ یہ پورا واقعہ پڑھنے کے بعد بے ساختہ یہ مصرع نوکِ زبان پر آگیا کہ شاید حضرت

ع خدا کے ساتھ کے کھیلے ہوئے ہیں۔

ذِکر خواجہ معین الدین چشتی اجمیری کا، قلم خواجہ بختیار کا کی کا، کتاب دلیل العارفین کی

خواجہ بختیار کا کی کی لکھی ہوئی کتاب دلیل العارفین کے ڈھائی صفحے تسلسل کے ساتھ پیشِ خدمت ہیں۔ ان میں خواجہ معین الدین سنجری چشتی اجمیری کے ملفوظات ہیں پڑھئے اور قہاری کی داد دیجئے:

> اس کے بعد خواجہ ادام اللہ تقواہ آنکھوں میں آنسو بھر لائے اور فرمایا کہ کل قیامت میں مومنین اور اولیا اعتاد اور مشائخ طریقت اور صدیقوں کو قبر سے اُٹھائیں گے اور اُن کی کملیاں اُن کے کندھوں پڑی ہونگی ہر کملی میں سے سو ہزار ریشے لٹکتے ہوں گے سوائے بزرگوں کے مرید اور فرزند اگر اُن کملیوں کے ریشوں میں لٹک کر کھڑے ہوں گے جب تمام خلق حشر قیامت سے فارغ ہوجائے گی اُس وقت حق تعالےٰ اُن کو وہ قوت بخشے گا کہ فوراً پل صراط کے نزدیک پہونچ جائیں گے اور اُس کملی کو وہ بزرگ اور اُن کے مرید و فرزند پکڑ کے تیس ہزار برس کی راہ قیامت کے عذابوں سے گذر کر پار اُتر جائیں گے اور اپنے آپ کو بہشت کے دروازے پر کھڑا ہوا پائینگے ذرہ بھر بھی سختی اُن کو نہ پہونچے گی۔ جب خواجہ نے یہ فوائد تمام کیے تو تلاوت کلام اللہ میں مشغول ہوئے اور سب لوگ اور یہ فقیر مجلس سے اُٹھ کھڑے ہوگئے۔ الحمد للہ علی ذالک

مجلس ششم پنجشنبہ کے روز دولت پابوسی حاصل ہوئی۔ شیخ برہان الدین چشتی
اور شیخ محمود صفاہانی اور اور بھی چند درویش جامع مسجد بغداد کے اندر خواجہ علیہ الرحمۃ
کی خدمت مین حاضر تھے قدرت الٰہی کا ذکر چھڑا آپ نے ارشاد فرمایا کہ خدای تعالے
نے اپنے علم وقدرت سے عالم مین تمام چیزین پیدا کی ہین اگر آدمی اُن کے کنہ مین غور
کرے تو ایک دم مین ہوش باختہ اور حواس پراگندہ ہوجایئن اور دیوانہ و مجنون ہوجائے
اسکے بعد فرمایا کہ ایک وقت حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اصحاب کہف کے
دیکھنے کی آرزو کی فرمان آیا کہ ہمنے حکم کر دیا ہے کہ تم اُن کو دنیا مین نہین دیکھ
سکو گے آخرت مین دیکھ لینا ہان اگر تم چاہو تو مین اُن کو تمہارے دین مین داخل کردون
پھر آپ نے اپنے اصحاب کو ارشاد کیا کہ اس کملی کو لے جاؤ اور اصحاب کہف کے غار
مین اس کو ڈالو۔ اصحاب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم گئے اور اصحاب کہف سے
سلام کیا حق تعالے نے اُن کو زندہ کر دیا تو جواب سلام کا اُنھون نے دیا پھر یاران
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان پر دین محمدی پیش کیا اُنھون نے قبول کیا پھر خواجہ نے
فرمایا کہ ایسی کونسی چیز ہے جو خدا تعالیٰ اُسپر قادر نہین ہے تو مرد کو چاہیے کہ اُس کے گمان مین
ذرا بھی تصور نہ کرے کیونکہ ہوتا وہی ہے جو وہ چاہتا ہے۔ اس مقام پر خواجہ آنکھون
مین آنسو بھر لائے اور فرمایا کہ ایک وقت مین حضرت خواجہ عثمان ہارونی رح کی خدمت
مین حاضر تھا اور ایک جماعت درویشون کی بیٹھی تھی متقدمین صوفیہ کے مجاہدات
وریاضات اور اُن کے فوائد کا حال بیان ہو رہا تھا کہ اِس اثنا مین ایک بڈھا
ضعیف منحنی نہایت نحیف دراز عصا ٹیکتا ہوا آیا اور سلام کیا خواجہ رح نے جواب
سلام کا دیا اور اُٹھہ کھڑے ہوئے اور اُس کو نہایت خوشی سے اپنے پہلو مین بٹھایا
اُس پیر مرد نے احوال کہنا شروع کیا کہ آج تیس برس کا عرصہ ہوا کہ میرا لڑکا مجھ سے
جدا ہے اور کہین چلا گیا ہے اُسکے مرنے جینے کی کچھ خبر تک معلوم نہین اُس کی
درد جدائی سے میرا یہ حال ہے حضور کی خدمت مین آیا ہون اور اُسکے آنے اور صحت

وسلامتی کے لیے فاتحہ واخلاص کی درخواست رکھتا ہون۔ جب خواجہ عثمان ہارونی رحمۃ نے یہ بات سُنی تو مراقبے مین سر جھکایا تھوڑی دیر کے بعد سر اٹھا کے حاضرین کی طرف متوجہ ہوکر فرمایا کہ اس پیرمرد کے گم شدہ لڑکے کے آنے کے لیے فاتحہ و اخلاص پڑھو جب آپ اور سب درویشون نے فاتحہ واخلاص تمام کی پیرمرد سے کہا جاؤ اور ایک لحظے کے بعد اپنے لڑکے کو ہمارے پاس ملاقات کے واسطے لے آؤ۔

جونہین پیرمرد نے زبان مبارک سے یہ سُنا فوراً روبرو خواجہ کے سر جھکا کے واپس گیا ابھی راستے ہی مین تھا کہ کسی نے پیرمرد کا ہاتھ پکڑ کے کہا مبارک ہو تمھارا لڑکا آگیا خوشی خوشی گھر مین آیا اور لڑکے سے ملاقات کی اُس پیرمرد کی آنکھین ضعیف ہوگئی تھین لڑکے کو دیکھتے ہی روشن ہوگئین اور اُلٹے پاؤن لڑکے کو لیکر خواجہ کی خدمت مین حاضر ہوا اور لڑکے کو پابوس کرایا۔ خواجہ علیہ الرحمۃ نے اُس کو اپنے آگے بلا کے پوچھا کہ میان تم کہان تھے اُس نے کہا سمندر مین کشتی پر تھا صاحب کشتی نے پکڑ کر زنجیر سے جکڑ رکھا تھا آج مین اُسی جگہہ بیٹھا تھا کہ ایک درویش آپ کی شبیہہ گویا آپ ہی تھے آئے اور میرے پاؤن کی زنجیر توڑ میری گردن زور سے پکڑ لی اور اپنے آگے مجھکو کھڑا کیا اور فرمایا کہ اپنا پاؤن میرے پاؤن پر رکھ لے اور آنکھین بند کر لے میان اُن درویش نے حکم کیا مین نے وہی کیا تھوڑی دیر کے بعد کہا کہ آنکھین کھول مین نے جو ہین آنکھین کھولین تو اپنے آپ کو اپنے گھر کے دروازے پر کھڑا پایا۔ اتنی بات کہنے پایا تھا اور چاہتا تھا کہ اور کچھ کہے حضرت شیخ الاسلام نے دانت کے نیچے انگلی دبا کر منع کیا کہ اب مت کہہ۔ پیرمرد اٹھا اور اپنا سر خواجہ کے قدمون پہ رکھ کے فرمایا کہ الحمد للہ ابھی تک ایسے قدرت والے مردان خدا موجود ہین مگر اپنے آپ کو چھپائے رکھتے ہین۔ پھر فرمایا کہ یہ سب خدائے عزوجل کی قدرت ہے۔

(فوٹو: صفحہ ۸۱، ۸۲، ۸۳ "مسلسل دلیل العارفین "ملفوظات خواجہ معین الدین چشتی اجمیری مرتبہ خواجہ قطب الدین بختیار کاکی ترجمہ غلام احمد بریاں مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱۹۱۶ء)

اب کمبلوں کا عمل آپ کے سامنے ہے کہ کس طرح وہ اپنے ریشوں کے ذریعہ دستگیری کریں گی اور ان ریشوں کے ساتھ بزرگوں کے مرید اور فرزند لٹکے ہوئے ہونگے اور اسی طرح لٹکے لٹکے تیس ہزار برس کی راہ جو پُل صراط کو عبور کرنے کی راہ ہے چشم زدن میں پار کرلیں گے اور بہشت کے دروازہ پر جا کر کھڑے ہوجائیں گے۔

کبھی کبھی خیال آتا ہے کہ یہ فقیر جوگلیوں میں گاتا پھرتا ہے کہ

خدا خود کملی والے کا خدائی کملی والے کی

چاہے اصل کے لحاظ سے صحیح نہ ہو، مگر کملی میں کوئی بات ہے ضرور۔

رہا یہ اصحاب کہف کا واقعہ تو اس میں بھی یہی "کملی" اپنی ساحری دکھا رہی ہے۔ خواجہ معین الدین چشتی نے اسلامی تاریخ کے اس عظیم الشان واقعہ کو بیان کرکے ثابت فرمادیا کہ ہر چند کہ اصحاب کرامؓ، تابعینؒ، تبع تابعینؒ اور ائمہ محدثین نے جمع حدیث میں جان لڑادی ہے لیکن ابھی ایسی روایتیں بھی ہیں جو اُن کے کانوں تک نہ پہنچ سکی تھیں۔ یہی واقعہ خواجہ نظام الدین اولیاء بھی بیان فرماتے ہیں لیکن اس میں کچھ اضافہ بھی ہے اور اُن اصحابِ کرامؓ کے نام بھی ہیں جن کو ہوا اُڑا کر اصحابِ کہف کے غار تک لے گئی تھی۔ ملاحظہ ہو:

پھر باری تعالیٰ عز اسمہٗ (اس کا نام بلند ہو) کی قدرت پر گفتگو ہوئی اس بارے میں آپ نے یہ حکایت بیان فرمائی۔ ایک دفعہ رسول اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یہ آرزو کی کہ آپؐ اصحاب کہف کو دیکھیں۔ فرمان الٰہی آیا کہ ہم نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ آپؐ دنیا میں انہیں نہیں دیکھیں گے قیامت میں ان سے آپؐ کی ملاقات ہوگی۔ البتہ اگر آپ چاہیں تو ہم ان کو آپؐ کے دین میں لے آتے ہیں۔ اس کے بعد رسول صلی اللہ علیہ وسلم ایک کمبل لا کر چار آدمیوں سے کہا کہ ان میں سے ہر ایک اس کمبل کا ایک ایک کونا پکڑے۔ ان چار میں سے ایک ابوبکر صدیق تھے، دوسرے عمر خطاب تیسرے علی بن ابی طالب اور چوتھے

ابوذر غفاری رضی اللہ عنہم ۔ بعد ازاں رسول اکرم علیہ الصلوۃ والسلام نے اس ہوا کو جسے حضرت سلیمان علیہ السلام نے بڑے بڑے کام کرنے کا حکم دیا تھا حاضر ہونے کے لیے بلایا ۔ وہ ہوا حاضر ہو گئی اس کے بعد آپ نے اس ہوا سے فرمایا کہ اس کمبل کو ان چار اصحاب کے ساتھ لے جاؤ اور اصحاب کہف کے غار کے دروازے پر اتار دو ۔ ہوا اس کمبل کو ان چار اصحاب کے ساتھ اڑا کر لے گئی، اور انہیں اس غار کے دروازے پر اتار دیا ۔ اصحاب نے باہر ہی سے اصحاب کہف کو سلام کہا ۔ حق تعالیٰ نے انہیں اس وقت زندہ کر دیا اور انہوں نے سلام کا جواب دیا بعد ازیں ان اصحاب نے ان کے سامنے رسول اللہ علیہ الصلوۃ والسلام کا دین پیش کیا ۔ اور انہوں نے اُسے قبول کر لیا ۔ الحمد للہ رب العالمین ۔ اس حکایت کو بیان کرنے کے بعد حضرت خواجہ نے ـــــــ اللہ آپ کا ذکر بھلائی سے کرے ۔ فرمایا کون سی چیز ہے جو خدا تعالیٰ کے احاطہ قدرت میں نہیں ۔

(فوٹو: اُردو ترجمہ "فوائد الفواد" صفحہ ۲۰۹، ۲۱۰، ملفوظات خواجہ نظام الدین اولیاء ترجمہ پروفیسر محمد سرور صاحب ۔ مطبوعہ محکمۂ اوقاف پنجاب لاہور)

دیکھا آپ نے خواجہ معین الدین چشتی صاحب کے بیان کردہ واقعہ کی تائید خواجہ نظام الدین اولیاء صاحب نے بھی کر دی ۔ اور تھوڑی تفصیل کے ساتھ ۔ اس کے بعد گمشدہ لڑکے والا واقعہ ملاحظہ فرمائیے ۔ خواجہ معین الدین چشتی کے پیر خواجہ عثمان ہارونی نے کیا خوب کاروائی کی ۔ مراقبہ، فاتحہ، اخلاص ۔ پھر ارشاد فرمایا جاؤ ۔ ایک لحظہ کے بعد اپنے تیس برس سے گُم رہنے والے لڑکے کو ہمارے پاس لاؤ ۔ چشم زدن میں فاصلے بھی طے ہو گئے ۔ بچہ بھی آ گیا اور "کُنْ فَیَکُوْن" کا مسئلہ بھی اختتام کو پہنچا ۔ سبحان اللہ ۔ یہ بات اگر خواجہ معین الدین چشتی نے آٹھویں صدی ہجری میں بیان فرمائی ہے تو ان سے پہلے پانچویں ہجری میں حضرت علی ہجویری صاحب مصنف "کشف المحجوب" طی الارض کا واقعہ یوں بیان کر گئے ہیں:

حضرت ابوبکر وراق ترمذی رحمۃ اللہ علیہ سے روایت فرماتے ہیں کہ ایک روز حضرت
محمد بن علی رحمۃ اللہ علیہ نے مجھے فرمایا۔ کہ اے ابوبکر وراق ہم تجھے آج ایک جگہ لے جائیں گے
میں نے عرض کی کہ حضور کا جہاں حکم ہو میں وہاں چلوں گا۔ چنانچہ حضرت محمدؒ بن علی کے ساتھ
چلا اور تھوڑی دیر چلا تھا کہ ایک جنگل نظر آیا جو بکٹ اور دشوار گزار تھا۔ اور اس کے اندر
ایک زریں تخت بچھا ہوا دیکھا۔ اور ایک سبز درخت کے نیچے ایک چشمہ جاری نظر آیا اور ایک
بزرگ دیکھے جو اس تخت پر نہایت شاندار لباس میں تشریف فرما تھے۔

جب حضرت محمد بن علیؒ اُن کے نزدیک پہنچے تو وہ بزرگ اُٹھے اور آپ کو اس تخت پر
بٹھالیا۔ تھوڑی دیر گزری تھی کہ ہر طرف سے لوگ آنے لگے حتیٰ کہ چالیس آدمی اس جگہ جمع
ہو گئے۔ پھر اُنہوں نے جو تخت زریں پر جلوہ افروز تھے آسمان کی طرف اشارہ کیا۔ یکایک
کچھ کھانے کی چیز آگئی۔ ہم سب نے اُسے کھایا۔ پھر حضرت محمد بن علی ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے
ان سے کوئی سوال کیا۔ اُنہوں نے بہت تفصیل سے اس کا جواب دیا مگر میں ان کی گفتگو کو
بالکل نہ سمجھ سکا۔ اس کے بعد سب نے اجازت لی اور رخصت ہوئے۔ مجھے بھی حکم ہوا کہ تو
بھی جا اب تو نیک اور سعید ہو گیا۔ کچھ عرصہ بعد جب ہم ترمذ سے واپس آئے تو میں نے حضرت
محمد بن علی رحمۃ اللہ علیہ سے دریافت کیا کہ حضور وہ کونسا مقام تھا اور وہ تخت پر جو تشریف فرما
تھے کون تھے۔ فرمایا وہ مقام تیہ بنی اسرائیل تھا اور وہ بزرگ قطب مدار تھے۔

میں نے عرض کی حضور اتنی سی مدت میں ترمذ سے بنی اسرائیل کے جنگل میں ہم کیونکر پہنچ
گئے۔ فرمایا ابوبکر تجھے پہنچنے سے کام تھا پوچھنے سے غرض نہیں ہونی چاہیئے۔ یہ علامت صحتِ
حال کی ہے نہ کہ سکر کی۔

پھر حضرت جنید بغدادی اور حضرت ابو العباس سیاری اور حضرت ابوبکر واسطی اور
حضرت محمد بن علی ترمذی رضی اللہ عنہم اجمعین اس امر پر متفق ہیں کہ کرامت بحالتِ صحو و تمکین
ظاہر ہوتی ہے۔ نہ کہ حالتِ سکر میں۔ اور یہ تمام کے تمام اصحابِ مذہب ہیں۔

اس لیے کہ اولیاء اللہ مدبران ملک اور احوال عالم کے خبردار اور تمام عالم کے والی ہوتے

ہیں اور نظامِ عالم ان کے ہاتھ میں ہوتا ہے۔ ہر قسم کے حل و عقد ان سے وابستہ ہوتے ہیں
اور احکامِ عالم میں ان کا تصرف ہوتا ہے۔ بنابریں یہ ضروری ہے کہ ان کی رائے تمام اہل الرائے
پر فائق ہو اور تمام قلوب کے مقابلے میں مخلوق کے ساتھ ان کا دل شفیق تر ہو۔ کیونکہ یہ لوگ
خدا رسیدہ ہوتے ہیں۔ اور ان کی ابتداء حال میں تلوین و سکر ہوتا ہے۔
اور جب ان کے حال کا بلوغ ہوتا ہے تو وہی تلوین تمکین کے ساتھ متبدل ہو جاتی ہے

(فوٹو: کلام المرغوب ترجمہ کشف المحجوب صفحہ ۴۰۹، ۴۱۰، ۴۱۱۔ مصنفہ علی ہجویری المعروف بداتا گنج بخش لاہوری)

یاد رکھئے کہ اولیاء اللہ کی یہ کرامتیں صحو کی حالت میں ہوتی ہیں سکر کی حالت میں نہیں۔ پھر اولیاء اللہ کی شان ملاحظہ فرمائیے کہ نظام عالم ان کے ہاتھ میں ہوتا ہے۔ جس کے ہاتھ میں نظام عالم ہو، اس کے لئے زمان و مکان کی کوئی قید کیا حیثیت رکھتی ہے۔ اللہ آپ کو خوش رکھے یہ "اتحّادی دیو مالا" وہ دیو مالا ہے جس کا کوئی ثانی نہیں۔

علم جغرافیہ کے متعلق بعض حقائق کا انکشاف اور اُن کا عینی مشاہدہ

اصحابِ کہف کے تاریخی واقعہ کے بعد کوہِ قاف کی جغرافیائی، ہیئت کے متعلق انکشاف سُنئے۔ خواجہ معین الدین چشتی نے کہا کہ میرے پیر خواجہ عثمان ہارونی نے:

اسکے بعد فرمایا کہ اس کوہ قاف کو ایک گائے کے سر پر رکھا
ہے بزرگی اور کلانی اس گائے کی تیس ہزار سال کی راہ کی برابر ہے وہ گائے
کھڑی ہوئی خدائے تعالیٰ کی حمد و ثنا کر رہی ہے اور اُس گائے کا سر مشرق مین
ہے اور دُم مغرب مین۔ اس کے بعد شیخ عثمان ہارونی رحہ نے قسم کھاکے فرمایا کہ
جس دن یہ حکایت زبان مبارک حضرت شیخ مودود چشتی رحہ سے مین نے سُنی تو شیخ
مذکور نے مراقبہ مین سر جھکایا اور ایک اور درویش اُسوقت اُنکی خدمت مین حاضر
تھے اُنھون نے بھی مراقبہ کیا اور یکبارگی دونون صاحب خرقے کے اندر ہی اندر سے
غائب ہوگئے پھر تھوڑی دیر کے بعد اس عالم مین واپس آئے تو اُس درویش
نے قسم کھاکے کہا کہ مین اور شیخ مودود چشتی رحہ دونون شخص کوہ قاف کے پاس تھے

۹۹

چالیس جہان کہ خواجہ علیہ الرحمتہ نے فرمائے تھے اور وہ عالم غیب مین ہے تھے ہم نے خوب معاینہ کیے۔ ایک سر مو تجاوز نہین نکلا۔ اس مکاشفہ کا یہ سبب تھا کہ جس وقت شیخ مودود چشتی علیہ الرحمۃ یہ حکایت بیان فرماتے تھے میرے دل مین کچھ شک پیدا ہو گیا تھا جب شیخ نے یہ معاینہ کیا تو اس کو اس مکاشفہ کی ذریعہ سے دفع کر دیا۔ تب حضرت شیخ الاسلام خواجہ معین الحق والدین ادام اللہ تقواہ نے فرمایا کہ فقیر کو قوت باطنی ایسی ہی چاہیے کہ حکایات اولیاء مین جو کوئی سننے والا شک کرے تو وہ اُس کو معاینہ کرا دے۔ اور قوت کرامت کو اُسپر جتا دے۔ پھر ایک قصہ اپنا بیان فرمایا کہ ایک وقت دعا گو سمرقند کی طرف بطور سفر کے گیا تھا امام ابی اللیث سمرقندی کے محلے کے قریب ایک بزرگ دانشمند مسجد بنواتے تھے اور کھڑے ہوئے بتاتے تھے کہ اسطرف محراب بناؤ اسی طرف قبلہ ہے یہ دعا گو بھی اُس وقت اسی جگہ کھڑا تھا مین نے کہا کہ اسطرف نہین دوسری طرف ہے بتایا کہ اسی طرف ہے ہر چند اُن سے کہا اُنہون نے ایک نہ سنی پھر تو اس دعا گو نے اُنپر التفت کیا اور اُن کی گردن پکڑ کے کہا کہ دیکھو یہ سمت قبلہ ہے کہ نہین جب اُنھون نے خود کعبہ آنکھون سے دیکھ لیا تو یقیناً جان لیا کہ ہان یہی سمت قبلہ ہے۔

(فوٹو: دلیل العارفین صفحہ ۸۵، ۸۶ ملفوظات خواجہ معین الدین چشتی اجمیری مرتبہ خواجہ بختیار کاکی مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱۹۱۶ء ترجمہ غلام احمد بریاں)

کوہِ قاف کا ایسی عظیم الشان گائے کے سر پر ہونا جس کا سر مشرق میں، اور دم مغرب میں ہے اگر مان بھی لیا جائے تو مشرق و مغرب کی یہ دُوری تین ہزار سال کی مسافت کے برابر کیسے ہو جائے گی۔ پھر یہ مراقبہ اور ایک شکّی کو ساتھ لے کر یکا یک غائب ہو جانا، اور اپنے پیچھے دو خرقے (گدڑیاں) چھوڑ جانا، کمال کی معراج نہیں تو اور کیا ہے۔ تھوڑی دیر میں کوہِ قاف ہی نہیں چالیس جہانوں کا سروے (survey) کر کے واپس آجانا، پُرانے زمانے میں ہوتا ہو تو ہوتا ہو، اِس زمانے میں تو یہ بالکل انوکھی بات ہے۔ پھر یہ ساری دوڑ دھوپ اس لئے کی گئی کہ ایک صاحب کے دل میں حضرت شیخ

مودود چشتی کے عجیب بیان پر شک بار پا گیا تھا۔ ظاہر ہے کہ اس ریب و شک کا دور کرنا اہل کمال پر لازم ہے۔

دوسرا قصہ خود خواجہ معین الدین چشتی کی اپنی قوتِ تصرف کا مظہر ہے کہ ایک بزرگ کی سمتِ قبلہ کی تصحیح، قبلہ کو سامنے لاکر کردی۔ بالکل اسی قسم کا واقعہ حکیم موسیٰ امرتسری صاحب نے کلام المرغوب ترجمہ کشف المحجوب کے دیباچہ میں صفحہ ۵۶، ۵۷ پر دارا شکوہ کے سفینۃ الاولیاء صفحہ ۶۴ کے حوالہ سے تحریر فرمایا ہے کہ جب حضرت داتا صاحب لاہور تشریف لائے:

تعمیر مسجد اور ایک کرامت

حضرت داتا صاحب قدس سرہٗ نے لاہور تشریف لاتے ہی اپنی فرودگاہ کے ساتھ ایک چھوٹی سی مسجد تعمیر کرائی۔ دارا شکوہ لکھتا ہے:

"انھوں نے ایک مسجد تعمیر کرائی تھی، جس کی محراب دیگر مساجد کی بہ نسبت جنوب کی طرف مائل ہے۔ کہتے ہیں کہ اس وقت کے علما۔ جو لاہور میں موجود تھے۔ اس محراب کی سمت کے سلسلے میں حضرت شیخ پر معترض ہوئے۔ چنانچہ ایک روز حضرت نے سب علماء کو جمع کیا اور خود امامت کے فرائض انجام دیئے اور بعد ادائے نماز حاضرین سے مخاطب ہو کر کہا دیکھو کعبہ شریف کس سمت میں ہے؟ دیکھا تو حجابات اُٹھ گئے اور کعبہ شریف محراب کی سیدھ میں نمودار ہو گیا۔ — ان کا مزار بھی ان کی مسجد کی سمت کے مطابق ہے۔"

(فوٹو: دیباچہ کلام المرغوب ترجمہ کشف المحجوب صفحہ ۵۶، ۵۷ مصنفہ علی ہجویری صاحب المعروف بداتا گنج بخش)

غرض کہ یہ کمال ایک طرح کا ورثہ ہے کہ ایک سے دوسرے کو منتقل ہوتا رہتا ہے، خواجہ معین الدین چشتی اجمیری جب ہندوستان تشریف لائے تو لاہور میں انہوں نے حضرت علی ہجویری المعروف بداتا گنج بخش صاحب کے مزار پر مراقبہ کیا تھا، یہ اس کا فیض بھی ہوسکتا ہے۔ واللہ اعلم۔

خواجہ معین الدین چشتی کا ذکر نا تمام رہے گا اگر دنیا سے پردہ کرنے کے بعد ان کے عالمِ واقعہ